© rasailojaraid.com

مسلم کُشی کے آئندہ پچیس سال

ہر نئے دن کے ساتھ بدلتی ہوئی ایک ایسی دنیا میں جس کے امن وانتظام کا ''ٹھیکیدار'' امریکہ ہے، مسلمانوں کے لیے کوئی اچھی خبر تلاش کرنا یا اس کی توقع بھی کرنا عبث اور بے کار سی بات معلوم ہوتی ہے، لیکن ۱۴/ دسمبر (۲۰۰۸ء) کو ایک عراقی صحافی کی پاپوش باری، جفت اندازی اور بوٹ زنی نے مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے اضمحلال وانفعال کی لہروں میں یکا یک ایک تلاطم اور تموّج ضرور پیدا کیا ہے۔ ''بش...... مسلم کش'' کے ''اعزاز'' میں ترک ساختہ اور عراق پرداختہ جوتوں کی اس یادگار اور تاریخی سلامی نے ذہنی غلامی اور فکری پسپائی کی زنجیروں سے مسلمانوں کی رہائی کا ایک تازہ عنوان اور ایک قوی امکان یک لخت نمایاں کر دیا ہے۔ زنجیریں جو مرعوبیت ومایوسی، یاس وہراس اور خوف وہراس کے حلقہ در حلقہ ربط وتسلسل سے وجود میں لائی جاتی ہیں۔

مارچ ۲۰۰۳ء میں عراق پر امریکی حملے اور قبضے کو آج چھے سال ہونے کو آتے ہیں۔ امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس نے حال ہی میں عراق میں موجود ایک لاکھ چھیالیس ہزار امریکی فوجیوں کو چتاؤنی (یا۔خوش خبری) دے دی ہے کہ اب ہمارا دمِ واپسیں ہے۔ اقوامِ متحدہ کا وہ نام نہاد مینڈیٹ جو ظالم کو مظلوم پر اور جارح کو مجروح پر چڑھ دوڑنے کا ''حق سفا کی'' عطا فرماتا ہے، اپنی میعاد پوری کر چکا ہے۔ اب عراق بھر میں پھیلے ہوئے، چار سو سے زائد فوجی اڈوں میں براجمان ''امن وسلامتی'' کے یہ آدم خور اور خوں خوار امریکی ''سفیر'' ۳۰/ جون ۲۰۱۱ء تک، عراقی حکومت کی براہ راست مہمانی اور ماتحتی میں برسرکار رہیں گے۔ برسرکار نہیں، برسرِ پیکار۔ او رپھر اس کے بعد؟ اعلانات تو کہتے ہیں کہ ''مکمل واپسی'' ہو جائے گی لیکن...... ''زباں کچھ اور، بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے''۔ عراق میں امریکی فوج کے اعلیٰ ترین کمانڈر جنرل ریمنڈ آڈیرنو نے یہ واضح کر دیا ہے کہ ۲۰۱۱ء کے بعد بھی عراق میں امریکی فوج اپنا قیام وطعام جاری رکھے گی۔ ''جمہوری عراق'' کی تائید وحمایت اور تربیت وتدریب کی خاطر۔ یعنی......کون سی واپسی، کہاں سے واپسی اور کدھر کو واپسی؟

ادھر امریکی جوائنٹ فورسز کمانڈ کی ایک تازہ ترین رپورٹ میں یہ بات بصراحت بتلائی گئی ہے کہ پورے عالم اسلام میں سے امریکہ مخالف مزاحمت (Insurgency) کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے آئندہ پچیس سالہ مدت طے کر لی گئی ہے۔ گویا آنے والے اڑھائی عشروں پر مشتمل ربع صدی کی یہ مدت بارِ دگر، امریکہ کو ان گنت سنہری و روپہلی مواقع فراہم کرے گی کہ وہ بہیمیت اور وحشت ودرندگی کے اپنے ہی قائم کردہ ریکارڈز کو توڑ کر نئے ریکارڈز قائم کرے۔ اس رپورٹ کا ایک فوری مطلب، صاف صاف یہ بھی نکلتا ہے کہ افغانستان کے محاذ پر طاقت کا مرکوز اور اندھا استعمال بڑھنے کو ہے۔ عراق پر چھے سالہ تسلط وتشدد کا حاصل......الوداعی پاپوش کاری۔ کبھی نہ ختم ہونے والی مزاحمت۔ روز افزوں نفرت۔ جبکہ افغانستان میں سات سالہ غارت گری کا حاصل یہ ہے کہ آج بھی کابل سے باہر نکلتے ہی اتحادی افواج کے قبضہ وغصب کی ''رِٹ'' (Writ) یوں غائب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جاتی ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

عراق اور افغانستان میں ترتیب پاتے ہوئے امریکی خفت اور ہزیمت کے یہ مناظر ''تقاضا'' کرتے ہیں کہ پاکستان اور بھارت کو باہم الجھایا اور پھنسایا جائے اور امریکی ناکامیوں کا سارے کا سارا ''ملبہ'' پاکستان پر ڈال دیا جائے۔ اس قوالی میں حامد کرزئی کے بعد من موہن سنگھ کی شکل میں ایک نئے ہم نوا کا اضافہ ہو گیا ہے۔ پاکستان کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ جاری ''ڈومور'' کے رقصِ ابلیس پر تازہ اضافہ مشرقی سرحد کے اس پار ممبئی دھماکوں کی ٹھمری ہے جو راگ اجمل قصاب میں مسلسل گائی جا رہی ہے۔

گانے سے یاد آیا کہ ایک جگہ قوالی ہو رہی تھی۔ انترے اور استھائی وغیرہ کی تفصیل تو راوی بیان نہیں کرتا۔ البتہ یہ ضرور بتلاتا ہے کہ ٹیپ کا مصرعہ تھا ''لوٹا بھریا نور دا تے مُڈھ بیری دے پایا'' (میں نے آفتابے میں نور بھر کر، اسے بیری کے درخت کی جڑوں میں انڈیل دیا)۔ مُڈھ بیری دے پایا۔ مُڈھ بیری دے پایا۔ اسی کی تکرار سے قوالوں نے ایک سماں باندھ دیا۔ اچانک نجانے کیا ہوا کہ ایک ''ہم نوا'' کے گلے میں پھندا لگ گیا اور آواز غوطہ کھا گئی۔ ایک نا گہانی ہکلاہٹ۔ بے چارے کو ٹیپ کا مصرعہ مکمل کرنا دوبھر ہو گیا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے جان حلق میں اور جی مٹھی میں آ رہے گا، آنکھیں اُبل کر باہر کو گر پڑیں گی اور گلے کی رگیں پھول کر پھٹ ہی جائیں گی۔ بدقت تمام حلق سے ذرا سی آواز نکلی تو ''ہم نوا'' نے کمال سرعت سے مصرعہ پورا کر دیا۔ مگر کیسے؟ ہاتھ سے انڈیلنے کا اشارہ کرتے ہوئے گھٹی گھٹی آواز میں کہا: ''میں وی او تھے ای پایا''۔ شری گورڈن براؤن ہوں یا شری متی کنڈولیزا رائس، سبھی بھارت کے ہم آواز ہو کر کہہ رہے ہیں: میں وی او تھے ای پایا۔ میں وی او تھے ای پایا۔

چند دن پہلے اخبار میں ایک تصویر چھپی۔ جس میں بش، حامد کرزئی سے گلے مل رہے تھے۔ اس الوداعی معانقے کی تصویر کے نیچے باذوق سب ایڈیٹر نے کیپشن میں لکھا: ''بیٹا جی، اب ہم تو صدر نہیں رہیں گے۔ تم امریکی ایجنٹ رہنا۔ الوداع''۔ کیپشن پڑھ کر ہمیں بے اختیار بابا عبیر ابوذری مرحوم یاد آ گئے۔ بابا ابوذری لمبی سفید زلفوں، دراز و سفید ریش، منحنی وجود، پست قامت اور جناح کیپ کا ایک معصوم سا امتزاج تھے۔ معصوم ضرور تھے لیکن ''بے ضرر'' ہرگز نہیں تھے۔ شاعری میں وہ ظالم قسم کی چٹکیاں لیتے تھے اور جملے بازی میں شاعری سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہی تھے۔ ایک مشاعرے میں بابا جوگی جہلمی نے کسی شاعر سے بابا ابوذری کا تعارف کراتے ہوئے کہا: ''یہ بابا عبیر ابوذری ہے۔ اپنا بچہ ہی ہے۔'' بابا عبیر نے فوراً ہی اپنی دھیمی آواز کو اور بھی عاجزانہ اور لہجے کو نہایت فدویانہ بناتے ہوئے کہا: نہیں جی نہیں، بچہ کہاں، میں تو جوگی صاحب کا ''انڈہ'' ہوں۔

کتنے انڈے اور کتنے بچے؟ پاکستان پر ڈرون حملوں کی ''مہربانی'' گزشتہ چند مہینے سے شروع ہوئی ہے۔ نومبر کے وسط میں افغانستان سے ''بین الاقوامی فوج برائے حفاظتی معاونت'' (ISAF) کے امریکی کمانڈر، جنرل ڈیوڈ میک کیرنن اسلام آباد تشریف لائے۔ امریکی سفیر کی رہائش گاہ پر انھوں نے پاکستان کے چیدہ چیدہ، چنیدہ، سنجیدہ اور جہاں دیدہ قسم کے ارکان پارلیمنٹ کو شرفِ ملاقات بخشا۔ یاد رہے کہ اس ملاقات سے دو تین ہفتے قبل ہماری پارلیمنٹ اپنے اِن کیمرہ اجلاس میں وہ متفقہ قرارداد منظور کر چکی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ پاکستان کی خود مختاری اور علاقائی سالمیت پر کوئی آنچ نہیں آنے دی جائے گی۔ جنرل ڈیوڈ کی اس ملاقات پر بعض قومی اور سیاسی حلقوں کی طرف سے بجا طور پر یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ اس سلسلے میں پاکستانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزارت خارجہ سے رابطے یا ''اجازت'' کی تکلیف گوارا نہیں کی گئی۔ شاید اس لیے کہ تکلیف میں تکلف کا شائبہ پایا جاتا ہے۔ جبکہ پاک امریکہ تعلقات، رسمی وروایتی تکلفات سے بہت بلند، بہت اوپر اٹھ چکے ہیں۔ اس کی تصدیق مذکورہ ملاقات کی خفیہ تفصیلات سے بھی ہوگئی۔ ملک کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کے بزعم خود اور بزبان خود محافظین نے امریکی کمانڈر سے ڈرون حملوں پر احتجاج کا ایک لفظ تک نہ کہا۔ احتجاج ایک رسم ہے، ایک تکلف ہے۔ اور ہم رسمیات وتکلفات سے بہت بلند، بہت اوپر اٹھ چکے ہیں۔ جنرل کو افغانستان کی تعمیر نو، خانہ بربادوں کی بحالی، افغانوں کے امن وسلامتی کو ''یقینی'' بنانے کے لیے کی جانے والی ہمہ قسم کی فوجی کارروائیوں، صحت کی سہولتوں کی فراہمی اور نادار افغان بچوں میں کتابوں کی مفت تقسیم جیسی عظیم الشان اور جلیل القدر خدمات پر ڈھیروں ڈھیر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ہاں ہاں، حیران مت ہوں۔ وہاں یہی کہا گیا۔ تعمیر نو، بحالی، امن وسلامتی، صحت کی سہولتیں، مفت کتابیں، مگر کہاں؟ کیا ان لفظوں کے مطلب بدل گئے ہیں یا یہ افغانستان وہ نہیں جو ہمارے پڑوس میں آباد ہے۔ نہیں، جو کبھی آباد تھا۔ اور جب ایک نادان یا اناڑی قسم کے ایم این اے نے جنرل ڈیوڈ سے پوچھ ہی لیا کہ پاک افغان سرحد پر آپ کی سخت ترین نگرانی کے باوجود مبینہ درانداز کیونکر کامیاب ہیں؟ تو جنرل کا جواب تھا: مجھے ڈرون حملوں سے ہونے والی ہلاکتوں کے اور معصوم جانوں کے ضیاع پر دلی افسوس ہے لیکن کسی قسم کی تفصیل فراہم کرنے یا تبصرہ کرنے کا ''مینڈیٹ'' مجھے نہیں دیا گیا۔ آہ! بے چارہ، بے بس اور بے اختیار جنرل ڈیوڈ۔

وہ جو آج تک خودفریبی میں مبتلا رہے ہیں بلکہ بش فریبی میں بھی انھیں خبر ہو کہ آئندہ پچیس سال کا بھیانک منظر...... نیم باز آنکھوں سے نہیں (جن میں ساری مستی شراب کی سی ہے) بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھیں۔ اور وہ بھی دیکھیں جو ''کھلی آنکھیں ہیں لیکن سو رہے ہیں'' کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ تہذیبوں کا تصادم ایک حقیقت ہے۔ ہنٹنگٹن پر تو ۱۹۹۳ء میں یہ الہام اترا اور اس کے بعد دنیا بھر کے جارج واکر بشوں اور پرویز مشرفوں پر۔ مسلمانوں کو یہ خبر چودہ سو انتیس سال پہلے قرآن کی زبانی مل چکی ہے۔

(حرفِ بے آمیز روزنامہ خبریں ۲۹/ دسمبر ۲۰۰۸ء)

© rasailojaraid.com